

قومی و ملی تحریکات میں اہل تشیع کی شمولیت

اس عنوان پر ماہنامہ الشریعہ کے مارچ کے شمارہ میں گرامی قدر حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب اور میرے مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت راشد صاحب کے جواب الجواب کو پڑھ کر کچھ باتیں مزید لکھی جا رہی ہیں۔ بندہ نے اپنے مضمون میں جن چیزوں کو ذکر کر کے یہ واضح کرنے کی کوشش کی تھی کہ اہل تشیع اثنا عشری کی قومی و ملی تحریکات میں شمولیت بلا جواز ہے، حضرت راشد صاحب مدظلہ نے میرے پیش کیے گئے نکات پر بحث نہیں فرمائی بلکہ اپنے موقف کو مزید مضبوط کرنے کیلئے مزید حوالہ جات پیش فرمائے ہیں اور دور نبوی کی ایک مثال سے استدلال کرتے ہوئے شیعہ کے ساتھ معاشرتی تعلقات کو جواز فراہم کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ سب سے پہلے دور نبوی کی مذکورہ مثال کے متعلق وضاحت ضروری سمجھتا ہوں۔ دور نبوی میں منافق کفار کے ساتھ نص قطعی سے کافر ثابت ہو جانے کے بعد بھی معاشرتی تعلقات برقرار رہے۔ یہ ایک حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں، مگر بات صرف یہیں تک نہیں ہے بلکہ اس کے بعض قطعی سے ان منافق کفار کے ساتھ ترک مراسم کا حکم بھی نازل ہوا تھا اور سابقہ احکام منسوخ قرار پائے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ترک تعلقات کے احکام نازل ہو جانے کے بعد جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کفار کو اخرج فانک منافق کہہ کر مسجد نبوی اور اپنی مبارک و مطہر مجالس سے نکال باہر کیا تھا۔ مجھے تو یہ بڑی حیرت ہو رہی ہے کہ حضرت راشد صاحب مدظلہ جیسی شخصیت بھی منسوخ آیت سے استدلال کر رہی ہے۔ حضرت والا! اگر ان آیات سے استدلال درست ہوتا تو پھر حکم ربانی ان آیات کے منسوخ ہو جانے کا کیا فائدہ؟ میری طالب علمانہ رائے یہ ہے کہ اگر اس پوری مثال کو ہم سامنے رکھیں تو صورت حال یہ بنتی ہے کہ دور نبوی میں جب منافقین کے متعلق کفر کا حکم نازل ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان منافقین کو محض کافر سمجھا، پھر جب ترک مراسم کا حکم نازل ہوا تو ان منافق کفار کو اپنی مجالس، مساجد اور مدارس سے نکال باہر کیا۔ ہم بھی یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ اہل تشیع اثنا عشری جو کہ منافقین مدینہ کے روپ میں آج موجود ہیں، ان کے متعلق بھی پہلے محض کفر کا فتویٰ آیا، پھر جب ان کے عقائد مزید واضح ہوئے تو کفر کی خاص قسم ارتداد و زندقہ کا فتویٰ آیا جس کے معنی دوسرے لفظوں میں ترک تعلقات ہی تھے۔ پھر ان پر حضرات نے مزید تحقیق کی تو ان سے کھلم کھلا اعلان برأت کرنے

myqasmi786@yahoo.com*

_____ ماہنامہ الشریعہ (۳۳) اپریل ۲۰۱۱ _____

اور ہر طرح کے تعلقات توڑنے اور انہیں اپنے سے دور کرنے کا فتویٰ آیا۔ لہذا جیسے ہم نے ان پر کفر کا فتویٰ مان کر انہیں کافر قرار دیا، بعد میں آنے والے فتاویٰ جات کو بھی مانتے ہوئے ان سے ترک تعلقات کرنے چاہئیں۔ دور نبوی کی مثال بھی ہمیں یہی درس دیتی ہے۔

جہاں تک تعلق ہے اس بات کا کہ یہ مختلف تحریک میں شامل رہے ہیں تو اس کا جواب بھی یہی ہے کہ ان کے متعلق پہلے محض کافر ہونے کا فتویٰ تھا، اس لیے ان کے ساتھ عام کفار جیسا برتاؤ کیا جاتا رہا۔ پھر ہمارے بعض اکابر نے ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ان پر تحقیق کی۔ مجھے اس سلسلہ کی سب سے پہلی تحقیق ۱۳۳۸ھ میں علامہ عبدالشکور لکھنوی فاروقی کی نظر آتی ہے۔ حضرت لکھنوی نے اپنی تحقیق کو ان الفاظ کے ساتھ اہل علم کی خدمت میں پیش کیا: ”اہل سنت والجماعت بوجہ ناواقفیت کے شیعوں کو مسلمان سمجھ کر ان کے ساتھ مناکحت تک سے پرہیز نہیں کرتے، بالآخر جس کے تلخ ترین نتائج سوہان روح ہوتے ہیں، یہاں تک کہ بعض مسلمان شیعوں کو مسلمان سمجھ کر ان کا ذبیحہ بھی استعمال کر لیتے ہیں۔“ پھر اپنے فتویٰ میں رقم طراز ہیں: ”شیعوں سے مناکحت ناجائز اور ان کا ذبیحہ حرام اور ان کا چندہ ناجائز اور ان کا جنازہ پڑھنا یا ان کو اپنے جنازوں میں شریک کرنا شرعاً قطعاً ناجائز ہے۔ سنی جنازہ میں یہ لوگ میت کے لیے بددعا کرتے ہیں، کمافی کتبہم“ (بحوالہ شیعہ اثنا عشریہ کے کفر و ارتداد کے متعلق علماء کرام کا متفقہ فتویٰ، صفحہ ۳)

حضرت لکھنوی نے اپنے اس فتویٰ کو اکابر دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں پیش کیا تاکہ وہ حضرات اس کی تائید اور تصدیق فرمائیں۔ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی کے خلیفہ اجل، رئیس المناظرین، دارالعلوم دیوبند کے شعبہ تعلیمات کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد مرتضیٰ حسن چاند پوری اسی فتویٰ پر اپنے تائیدی و تصدیقی دستخط ثبت فرمانے سے پہلے یہ الفاظ تحریر فرماتے ہیں: ”روافض صرف مرتد، کافر اور خارج از اسلام ہی نہیں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن بھی اس درجہ کے ہیں کہ دوسرے فرق کم نکلیں گے۔ مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے جمع مراسم اسلامیہ ترک کرنا چاہئیں۔“ اکابر دارالعلوم دیوبند میں سے جن حضرات نے اس فتویٰ کی تصدیق و تائید کی، ان میں حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، صدر مدرس دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی، مدرس دارالعلوم دیوبند شامل ہیں۔ (بحوالہ شیعہ اثنا عشریہ کے کفر و ارتداد کے متعلق علماء کرام کا متفقہ فتویٰ، صفحہ ۶، ۷)

۱۳۳۸ھ کا یہ فتویٰ شاید میرے محدود محترم حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ کی نظروں سے نہیں گزرا، کیونکہ اگر حضرت نے اس فتویٰ کو ملاحظہ فرمایا ہوتا تو یقیناً اپنی صفوں میں اس گروہ باطل کی شمولیت کو جواز فراہم کرنے کے لیے مضمون نہ لکھتے بلکہ ان کے خلاف نبرد آزما شخصیات کے دست و بازو بنتے۔ اس فتویٰ کے اندر دارالعلوم دیوبند کے نائب مفتی، فقیہ امت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے جانشین و فرزند ارجمند حضرت مولانا مفتی مسعود احمد کی تحریر ”شیعہ اثنا عشریہ کے کفر و ارتداد کے متعلق علماء کرام کا متفقہ فتویٰ“ کے صفحہ نمبر ۸، ۹ پر انتہائی قابل دید ہے جسے میں یہاں ذکر نہیں کر رہا کیونکہ میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ موجودہ دور کے اکابر علماء امت کے سامنے اس انداز میں بحث و تکرار کر سکوں، البتہ اس کی ایک کاپی حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ کی خدمت میں ارسال کر رہا

ہوں تاکہ اگر یہ بات ان کے علم میں نہیں ہے تو وہ ملاحظہ فرمائیں اور دیگر حضرات میں سے جس کسی نے ملاحظہ کرنی ہو، وہ حضرت راشدی صاحب سے رابطہ کر لیں۔

اہل تشیع اثنا عشریہ سے ترک تعلقات کے متعلق دوسرا فتویٰ موجودہ دور کے اکابر علماء امت کا ہے جس کا تذکرہ ماہنامہ الشریعہ کے گذشتہ شمارے میں شائع ہونے والے میرے مضمون میں ہو چکا ہے۔ ابھی حال ہی میں محقق اہل سنت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی اس تحقیق و فتویٰ کی تصدیق دارالعلوم دیوبند کے موجودہ رئیس الافتاء حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمن خیر آبادی مدظلہ اور دیگر مفتیان عظام نے بھی کر دی ہے۔ حضرت مفتی حبیب الرحمن خیر آبادی نے اس فتویٰ پر جو الفاظ تحریر فرمائے ہیں، وہ کچھ یوں ہیں ”تصدیق کی جاتی ہے کہ مذکورہ جواب بالکل صحیح ہے۔ شیعہ کے جو عقائد ان کی کتابوں میں ملتے ہیں، وہ اپنے عقائد باطلہ کی بنیاد پر کافر و مرتد ہیں۔ ان سے مذکورہ بالا تعلقات اور مراسم اسلامیہ رکھنا جائز نہیں۔“

آخر میں محسن اہل سنت، حضرت مولانا محمد منظور احمد نعمانی کے ایک خط کا چھوٹا سا پیرا گراف بھی شامل کر رہا ہوں جو انہوں نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کے نام لکھا تھا۔ اس خط کو شامل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں اپنے اکابر کی شدت جذبات کا احساس ہو اور یہ اندازہ ہو کہ خود ہم اکابر پر کتنا اعتماد کر رہے ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم دانستہ یا نادانستہ اپنے اکابر امت کے فیصلوں کا مذاق اڑا رہے ہیں۔

”پاکستان میں بعض قابل اعتماد حضرات نے مجھے لکھا ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے ارکان میں بعض معروف

شیعہ علماء و مجتہدین ہیں اور وہ برابر جلسوں میں شریک ہوتے ہیں اور اسی حیثیت سے ان کے نام شائع ہوتے ہیں، یہ

ان کے مسلمان بلکہ خواص مسلمین اور محافظین اسلام ہونے کا ثبوت ہے۔ نہ صرف خدا کرے یہ اطلاع غلط ہے لیکن اگر

خدا نخواستہ یہ اطلاع صحیح ہے تو میں آپ سے اور آپ کے ذریعے مجلس تحفظ ختم نبوت کے حضرت صدر اور دیگر مسلمان

اراکین سے عرض کروں گا کہ جلد سے جلد اس غلطی کی اصلاح فرمائی جائے۔ موجودہ صورتحال میں عام مسلمانوں کو یہ

بتلانا ہمارا فرض ہے کہ اثنا عشری مذہب اسلام کی شاخ نہیں ہے بلکہ ایک متوازی دین ہے جس کی بنیاد اسلام کی تخریب

ہی کے لیے رکھی گئی ہے۔ ”الفرقان“ کے مئی، جون، جولائی اور اگست ۸۵ء کے شماروں میں، میں نے اس سلسلہ

میں جو لکھا ہے، وہ نظروں سے نہ گزرا ہو تو ضرور ملاحظہ فرمایا جائے۔ میرے اس عریضہ کی نقل یا فوٹو کاپی کر کر مجلس

تحفظ ختم نبوت کے حضرت صدر محترم کو بھیج دی جائے اور جناب سے گزارش ہے کہ اس مسئلہ کو خود جناب اپنے ہاتھ میں

لے لیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سے یہ کام بہتر طریقے سے لے لے، اور اس سلسلے کی کاوش و جدوجہد کو آپ اپنے قرب و رضا

کا وسیلہ بنائے۔“ (بحوالہ، ماہنامہ بینات، جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ)

میں نے اپنے گذشتہ مضمون میں بھی یہ عرض کیا تھا کہ حضرات اکابر علماء کرام کو مل بیٹھ کر اہل تشیع اثنا عشری کی قومی و ملی تحریکات میں شمولیت کے متعلق علمی بحث و مباحثہ کے بعد متفقہ لائحہ عمل اور ضابطہ اخلاق تیار کرنا چاہیے، تاکہ اس عنوان پر جن لوگوں کے تحفظات ہیں، وہ دور ہو سکیں اور ہماری تمام تحریکات مکمل یکسوئی اور اتحاد و اتفاق کے ساتھ اپنی جدوجہد میں مصروف رہیں، یوں ہم نتائج بھی بہترین حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ رب العزت ہم سب کو دین حق اسلام کا سچا سپاہی بنائے اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔